اسلام اور مستشرقین اور ان کے اعتراضات

محمد قاسم

ابتدائے آفرینش سے حق وباطل کی کشمکش کا سلسلہ جاری ہے۔ مادی' نفسانی اور شیطانی قوتیں ہمیشہ روحانی اور اسلامی طاقتوں سے برسرپیکار رہی ہیں۔ خلافت راشدہ کے مقدس دور کے بعد اموی اور عباسی حکومتوں کے زمانہ میں بھی ایک طرف اسلام پر جاہلیت قدیمہ کا حملہ ہوا تو دوسری طرف فلسفہ یونان کی عقل پرستی نے مسلمانوں کو کتاب وسنت سے دور کرنا چاہا۔ رفض واعتزال اور باطنیت وخارجیت جیسے دوسرے فتنوں کے ذریعے مسلمانوں میں بگاڑ پیدا کیا گیا۔ لیکن آئمہ کرام امام مالک' امام شافعی' ابن حنبل' امام بخاری' امام ابوحنیفہ' ابن مبارک' ابن تیمیہ' علامہ ابن قیم اور دوسرے اہل حق نے اپنی مخلصانہ کوششوں سے تمام اسلام دشمنوں کو منہ توڑ جواب دیا۔

آج پھر تمدن جدید کے نام سے ایک طرف مادیت اسلام پر حملہ آور ہوئی ہے تو دوسری طرف رفض و بدعت قدیم معتزلہ جدید منکرین حدیث کے روپ میں نظر آ رہے ہیں۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ جو مسلمانوں سے صلیبی جنگوں میں شکست کھا چکے تھے' ان کے ذہنوں میں صدیوں کی نفرت و عداوت کا لاوا پگھل رہا تھا۔ صلیبی جنگوں میں عظیم شکست کے باوجود اسلام کو مٹانے کے لیے شب و روز مصروف ہیں۔ فکر ونظر کے میدان میں انہوں نے ایسے لوگوں کو تیار کیا' جنہوں نے اپنی تحقیقی کاوشوں' علمی موشگافیوں' تاریخی نکتہ سنجیوں اور تحقیقی وطرز بیاں کے ذریعے موجودہ عالم اسلام کے حکمرانوں اور عوام کے دماغوں میں اسلام کے ماضی کی طرف سے بدگمانی' اس کے حال کی طرف سے بیزاری' اس کے مستقبل کی طرف سے مایوسی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کیے۔ ان لوگوں کو مستشرقین (Orientlist) کہا جاتا ہے' جو اپنے علمی تجربہ' تحقیقی انہماک اور مشرقیات سے گہری واقفیت کی بناء پر مغرب و مشرق کے علمی وسیاسی حلقوں میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ان کا بڑا مقصد مذہب عیسوی کی اشاعت وتبلیغ اور اسلام کی ایسی تصویر پیش کرنا ہے کہ عیسائیت کی برتری اور ترجیح خود بخود ثابت ہو اور نئے تعلیم یافتہ اصحاب اور نئی نسل کے لیے مسیحیت میں کشش پیدا ہو۔ اسی بناء پر مغربی حکومتوں نے مستشرقین کی اہمیت وافادیت کو پوری طرح محسوس کیا اور مستشرقین کی پوری طرح سرپرستی کی۔

ان مستشرقین نے ایک طرف اسلام کے دینی افکار واقدار کی تحقیر کا کام کیا اور مسیحی مغرب کے افکار ونظریات کی عظمت ثابت کی' اسلامی تعلیمات واصول کی ایسی تشریح پیش کی کہ اس سے اسلامی اقدار کی کمزوری ثابت ہو۔ جس سے ایک تعلیم یافتہ مسلمان کا رابطہ کم از کم اسلام سے کمزور پڑ جائے اور وہ اسلام کے بارے میں متشکک ہو جائے۔ یہ سمجھنے پر مجبور ہو کہ اسلام موجودہ زندگی کے مزاج کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔

اس زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے عاجز ہے۔ دوسری طرف انہوں نے بدلتی ہوئی زندگی تغیر پذیر اور ترقی یافتہ زمانہ کا نام لے کر خدا کے آخری اور ابدی دین اور قانون پر عمل کرنے کو روایت پرستی رجعت پسندی اور قدامت و دقیانوسیت کا مترادف قرار دیا۔ دوسری طرف اس کے بالکل برعکس انہوں نے قدیم ترین تہذیبوں اور زبانوں کے احیاء کی دعوت دی' جو اپنی زندگی کی صلاحیت اور ہر طرح کی افادیت کھو کر ماضی کے ملبہ کے نیچے سینکڑوں ہزاروں برس سے مدفون ہیں اور جن کے احیاء کا مقصد مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا کرنے' اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے' اسلامی تہذیب اور عربی زبان کو نقصان پہنچانے' جاہلیت قدیمہ کو زندہ کرنے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

چنانچہ ان مستشرقین کی تحریروں کے اثر اور انہی کے شاگردان رشید کے ذریعہ مصر میں فرعونی' عراق میں آشوری' شمالی افریقہ میں بربری' فلسطین فینقی تہذیب و تمدن کی تحریکیں شروع ہوئیں۔ لسانی فتنہ اٹھایا گیا۔ حتیٰ کہ مستشرقین اور ان کے شاگردوں نے شدومد کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا کہ قرآن کی عربی زبان فصحیٰ اس زمانہ کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتی' اس کے بجائے لاطینی رسم الخط کے اختیار کرنے کی دعوت دی گئی۔ ان تجاویز اور مشوروں سے مستشریقین کے حقیقی مقاصد خیالات ان کی دور بینی اور اسلام دشمنی کا پورا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اکثر کی تصنیفات اسلام کی بنیادوں پر تیشہ چلاتی ہیں۔ حاملین و شارحین اسلام کی علمیت وذہانت کی طرف مسلم معاشرہ میں سخت ذہنی انتشار وارتیاب پیدا کرتی ہے۔

فصل اول

فصل اول میں قرآن و حدیث اور اسلام پر مستشرقین کے اعتراضا پیش کیے گئے ہیں

فبلیب حتی کا قرآن پر اعتراض

فبلیب حتی (Ph. Hitte) جس کو ایک غیر

متعصب مستشرق خیال کیا جاتا ہے' ایک جگہ (The Arabs A Short History) میں لکھتا ہے کہ انجیل کے مقابلہ میں قرآن کے متن میں بہت کم شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔

گستاؤلی بان کا اعتراض

فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر گستاؤلی بان اپنی کتاب تمدن عرب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھتا ہے ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی امی تھے اور یہ قرین قیاس بھی ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم ہوتے تو شاید قرآن کے مضامین کا سلسلہ کس قدر بہتر ہوتا۔''

ان مدعیان علم کو تعصب نے ایسا نادان بنا دیا کہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے وقت یہ بھی خیال نہ رہا کہ اس قسم کے دعوے سے صرف قرآن ہی کی نہیں بلکہ تورات وانجیل کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔ یونانی یہودی پال نے عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کا روپ دھار کر اصل عیسائیت پر یہودیت کا رنگ چڑھا کر اسے تحریف شدہ مذہب بنا دیا۔ کئی فرقے بنے' اناجیل کی تعداد سینکڑوں تک پہنچی جن کو عشائے ربانی کی میز کے نیچے رکھ کر یہ سمجھا گیا کہ جو انجیل الہامی ہوگی وہ لارڈ میز پر رکھ دے گا۔ چنانچہ چار انجیلیں متی مرقس لوقا اور یوحنا صحیح تصور کی گئیں۔ یہ بھی شکم پرست پادریوں کے خواہش نفس کا شکار ہوتی رہتی ہیں۔

مگر قرآن اصطلاح کی روشنی میں ندرت ادا حسن تعبیر اور زور بیاں میں سے کوئی چیز بھی اس امر کی مقتضی نہیں کہ اس کی اساس محض خیال کی اپج اور ذہنی اختراع پر قائم ہو' بلکہ یہ ایسی کلید حیات ہے کہ شروع میں ہی ﴿ذلک الکتاب لا ریب فیه﴾ سے مہر صداقت ثبت کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے ﴿والسماء ذات البروج والیوم الموعود﴾ کی قسم کھا کر فرمایا ﴿بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ﴾ (سورة البروج:۲۲)

نصرانیت کی طرح جارحانہ مذہب

فیلیب حتی ایک اور جگہ لکھتے ہیں ''یہودیت اور قدیم بدھ مت کے خلاف اسلام نصرانیت کی طرح ایک بلیغی اور جارحانہ دین ثابت ہوا۔ آخر کار اس نے ایک مملکت قائم کر لی۔ لیکن یہ دین اسلام کی فتح نہیں بلکہ اسلامی مملکت کی فتح تھی۔ فتح کا سہرا سب سے پہلے جس کے سر بندھا تھا' وہ بڑی حد تک عربیت تھی۔ اسلام نہ تھا۔

گولڈزیہر کا حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور زہری پر اعتراض

مشہور مستشرق گولڈزیہر (Gold Zieher) نے لکھا کہ حدیث تمام کی تمام تیسری صدی ہجری کی پیداوار ہے اور فیہ اصلاً رسول اللہ کے اقوال نہیں ہیں اور شریعت اسلامی کے احکام و مسائل کے عہد اول میں مسلمانوں کے نزدیک جانے بوجھے نہ تھے' یہی نہیں بلکہ اس قسم کی ناواقفیت اور خاص طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ سے ناآشنائی بڑے بڑے آئمہ سے وابستہ رہی ہے۔

اس دعوے کی دلیل میں گولڈزیہر نے بعض جھوٹی روایتیں نقل کی ہیں۔ دمیری کی کتاب الحیوان کا حوالہ دے کر نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ یہ نہ جانتے تھے کہ غزوہ بدر احد سے پہلے ہوا تھا یا بعد میں۔ اس طرح گولڈزیہر کے تجاہل عارفانہ اور انداز گستاخانہ کی دوسری مثال بھی ذرا ملاحظہ کریں۔

موصوف نے تنگ نظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جرح وتعدیل کی تمام کتابوں سے آنکھیں بند کر کے محمد بن مسلم بن شہاب الزہری کے صدق واخلاص پر حملہ کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امام زہری امویوں کے لیے حدیث جمع کرتے تھے اور یہ الزام لگایا کہ امام زہری نے مسجد اقصیٰ والی حدیث ﴿لا تشد الرحال الا الی ثلٰثة مساجد﴾ عبدالملک بن مروان کی خوشودی کے لیے وضع کی تھی۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ امام زہری عبداللہ بن زبیر کے قتل کے کئی سال بعد بھی عبدالملک بن مروان سے ملے تھے۔ ابن عساکر اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے آیت قرآنی ﴿والذی تولی کبره منهم له عذاب عظیم﴾ کی تفسیر کے بارے میں امام زہری سے پوچھا تولی کبرہ سے کون مراد ہے۔

انہوں نے کہا عبداللہ بن ابی بن سلول خلیفہ نے آپ کو آزمانے کے لیے کہ حق وصداق سے آپ کو کس قدر لگاؤ ہے......؟ کہا تم جھوٹ بولتے ہو۔ اس سے مراد علی بن ابی طالب ہیں۔ امام زہری نے غصہ سے بھر کر کہا تیرا باپ مرے میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ اگر آسمان سے بھی یہ ندا آئے کہ خدا نے جھوٹ کو حلال قرار دیا تو بھی میں ہرگز دروغ گوئی سے کام نہ لوں گا۔

حدیث نبوی لاتشد الرحال جس کے وضع کرنے کا موصوف نے الزام لگایا ہے' تقریباً سب کتب حدیث میں موجود ہے۔ یہ زہری کے علاوہ دیگر متعدد طرق سے منقول ہے۔ امام بخاری سے اس حدیث کو ابوسعید خدری سے روایت کیا۔ اس سند میں زہری کا نام نہیں ہے۔ امام مسلم نے اس کو تین مختلف طرق سے روایت کیا ہے۔ ایک سند میں امام زہری ہیں' دوسری سندوں میں سے ایک بطریق جدید از ابن عمیر از ابوسعید الخدری منقول ہے اور دوسری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے۔ ان دونوں میں امام زہری شامل نہیں۔

اس سے یہ حقیقت طشت از بام ہوگئی کہ زہری اگر حدیث کی نقل و روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ گولڈزیہر نے لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے اس بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔

فصل ثانی

اس فصل میں مستشرقین کے ان عزائم کا پیش کیا گیا ہے جنہیں اسلام کی بجائے عرب قومیت کا نعرہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ جہاد کے بارے میں ان کے نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ مستشرقین کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ عربوں کی بلندی وافضلیت سے عجمی مسلمانوں میں کم مائیگی اور نقص وکمی کا احساس پیدا کریں۔

رعیہ کا مفہوم

مشہور مستشرق بروکلمان نے اپنی کتاب تاریخ الشعوب الاسلامیہ میں عجمی مسلمانوں کو عربوں کے مقابلہ میں مختلف گوشوں سے رعیہ (بکریوں کا ریوڑ) میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ رعیہ کا لفظ کلام عرب میں رئیس القوم کے لیے استعمال ہوا ہے اور حدیث مبارکہ میں ﴿کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ﴾ میں راع سے مراد نگہبان مراد ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ راعی ایسے امانتدار مخلص نگہبان کی تعبیر ہے جو پوری امانت کے ساتھ اپنی ذمہ داری محسوس کرے... جس کے ساتھ عدل اور مصالح کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۹۶)

میثل عفلق اور عرب قومیت

بعث پارٹی کا بانی میثل عفلق کٹر عیسائی تھا۔ میثل نے عرب قومیت کے پردہ میں اسلام پر تند وتیز حملے کیے۔ اس نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا اسلام عرب قومیت کی تحریک کی شکل میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ اسلام صرف عربوں کے لیے ہے۔ یہ عرب قوم عرب اوصاف عرب اخلاق اور عرب صلاحیتوں کے سوا کسی اور قالب میں نہیں ڈھل سکتا۔ تمام عرب اسلام کو بروئے کار لانے کے لیے جس طرح حامیوں کا گروہ ضروری تھا اسی طرح مشرکین عرب بھی ضروری تھے۔ اسلام کی جن لوگوں نے مخالفت کی ہے انہوں نے بھی اسلام کی کامیابی میں اتنا ہی حصہ لیا ہے جتنا حامیوں اور مددگاروں نے یعنی مشرکین مکہ کی حیثیت محض اپوزیشن لیڈروں کی تھی۔ ورنہ عرب قومیت کی اس تحریک (اسلام) کی ترقی وفروغ میں وہ علمبرداران اسلام سے پیچھے نہیں رہے۔

یہی وجہ ہے کہ میثل عفلق نے مشرکین عرب کی توقیر اور محبت میں دمشق میں ابوجہل اور ابولہب کو عرب قوم کا ہیرو قرار دیتے ہوئے ان کے نام پر ادبی مجلسیں قائم کیں۔ میثل عفلق کی کوششوں سے بعث پارٹی نے عراق' الجزائر' مصر اور شام میں اپنے پنجے گاڑے۔ اس پارٹی نے شام میں اسلام کو بے بس بنانے کے لیے نصیری اور قرامطہ کو مسند اقتدار پر لا کھڑا کیا اور مصر میں جمال عبدالناصر نے بھی اکبر کے دین الٰہی کی طرح سوشلزم کو دین الٰہی قرار دیا۔ مستشرق مرجلوث نے نقل کیا ہے کہ:

''عرب کے بدو علم بلاغت اور زبان دانی کا فن سیکھنے میں غیر معمولی اہتمام کرتے تھے۔ اس لیے یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس فن میں مہارت حاصل کر لی ہو اور اس سلسلہ میں غیر معمولی مہارت حاصل کر لی ہو'' (اسلام اور مستشرقین ڈاکٹر مصطفی السباعی' ص:۷۶)

ڈچ مستشرقین سناؤک ہرگرونی وہ شخص ہے جو ۱۸۸۶ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد بھیس بدل کر چھ ماہ تک مکہ میں رہا۔ اس نے مسلمانوں کے لیے جو طویل المعیاد پالیسی مرتب کی وہ بنیادی طور پر ایک تصور پر مبنی تھی۔ اس نے پرائیویٹ اسلام یعنی مذہب اور پبلک اسلام حکومت وریاست میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ پرائیویٹ اسلام کے بارے میں وہ رواداری کا قائل تھا اور پبلک اسلام کا شدید مخالف تھا۔ اس نے ایک طرف دین اسلام کی تعلیم وتربیت پر عائد کردہ پابندیاں سخت کرنے کا مشورہ دیا اور صاف کہا کہ یہ امید بالکل عبث ہے کہ مسلمان بڑی تعداد میں عیسائی بنائے جاسکتے ہیں۔ دوسری طرف وہ پان اسلامزم اور جہاد کو ڈراؤنا خواب قرار دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حکومت کو اس قسم کے رجحانات پر سخت رویہ اختیار کرنا چاہیے اور جہاد کو غیر ملکی مداخلت قرار دے کر کچل دینا چاہیے۔ (''اسلام ابھر رہا ہے'' آبادشاہ پوری بحوالہ اردو ڈائجسٹ ج ۲' شمارہ:۳' ۱۹۸۰ء مارچ' ص:۴۱)

ڈی بی ماکڈونالڈ اور جہاد

(DB Macdonald) لکھتا ہے کہ تلوار کے ذریعے اسلام کی نشر واشاعت سارے مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ (معارف' ج:۱۳۳' جنوری ۱۹۸۴ء ص:۴۷)

دوسری جگہ ڈی۔بی ماکڈونالڈ لکھتا ہے کہ پڑوسی قوموں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے رسول اللہ نے جو خطوط لکھے یا ان کے پاس جو وفود اور سفراء بھیجے ان کا مقصد ان قوموں کو سرنگوں اور مغلوب کرنا تھا۔

ماہلز گرین کا الزام

ماہلز گرین (M Green) رسالہ الشرق الاوسط میں لکھتا ہے کہ فرض جہاد کی بناء پر کسی شخص کو بھی اسلام قبول کرنے کے لیے مجبور کیا جاسکتا ہے۔

کلین کے نزدیک جہاد

کلین اپنی کتاب ''ریلجن آف اسلام'' میں لکھتا ہے:

جہاد یعنی منکرین اسلام کے خلاف اس مقصد کے لیے جنگ وقتال کرنا یا تو انہیں اسلام کے اندر جذب کر لیا جائے یا اگر وہ قبول اسلام سے انکار کریں تو انہیں مطیع و منقاد بنا لیا جائے اور ان کی بیخ کنی کر دی جائے اور یہ کہ اسلام کی اشاعت اور اس کو تمام مذاہب پر غالب کرنا مسلمان قوم کا ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا ہے۔ (اسلام کا سیاسی نظام۔ چوہدری غلام رسول' ص:۲۶۴)

یہودی اور عیسائی مبلغین نے جہادِ اسلامی کی جو تعبیر وتفسیر کی ہے' اس سے ان کا مقصد فتوحات اور جہاد

کے اصل اسلامی اغراض و مقاصد کا حلیہ بگاڑ کر لوگوں کو اسلام سے دور کرنا ہے۔ حالانکہ یہ نہ اسلام کا اصول ہے اور نہ علمائے اسلام نے اس کی کہیں صراحت کی ہے۔

مسلمانوں کے یہاں محض جنگ وقتال ہی جہاد کی صورت نہیں' بلکہ کلمہ حق کی دعوت وتلقین اور علم کی طلب و اشاعت کا نام بھی جہاد ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ بھی جہاد ہے۔ نفس اور اس کی خواہشات پر غلبہ پانا بھی جہاد ہے۔ اسلام نے صرف اس قوم سے حرب وقتال کا حکم دیا ہے جو معاہدات کو بار بار توڑتی ہے۔ مسلمانوں کی بقاء کے لیے موجب خطرہ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ جب بنی نوع انسانیت کی پامالی ہو رہی ہو تو ان مظلوم انسانوں کو طاغوت کی درندگی اور بہیمیت کے چنگل سے نجات دلائے اور مہلک ناسور کو بدن سے کاٹ دیا جائے' جو درد والم کا سبب ہو۔

فصل ثالث

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام' مناسک حج' آپ کی اعصابی کیفیات حضرت ابراہیم ملت حنفی پر مستشرقین کے اعتراضات پیش خدمت ہیں۔

نبی ﷺ کا نام محمد ﷺ نہیں قثم تھا

ڈرمنگھم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اعتراض کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قثم تھا۔ یہ عجیب وغریب قصہ سب سے پہلے ایک اور مستشرق ہرشفلڈ اسپرنگر نے نقل کیا ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹے قثم نو برس کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل وفات پا گئے۔ عبدالمطلب کو اس کا بڑا قلق ہوا۔ اس لیے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی' تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قثم رکھا۔ مگر حضرت آمنہ نے کہا کہ انہیں خواب میں بچے کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اسی بناء پر عبدالمطلب نے پھر ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھ دیا۔ (معارف مطبوع دارالمصنفین' جنوری ۱۹۸۴ء)

یہ تمام باتیں اسلام کے خلاف ان کے بغض وحسد کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ یوحنا کی انجیل کے باب اصحاح میں فارقلیط کا لفظ آیا ہے۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم معنی ہے۔ قرآن میں بھی نوید مسیحا ہے۔

﴿واذ قال عيسى بن مريم يا بنى اسرائيل انى رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدى من التوراة و مبشرا برسول ياتى من بعدى اسمه احمد﴾ (الصف:۶)

مراسم حج

ڈرمنگھم اپنی کتاب ''حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' میں لکھتا ہے کہ قریش نے عہد جاہلیت میں حج کے جو مراسم و مناسک اختیار کیے ہوئے تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کی امید وتوقع کے برخلاف انہیں کو جاری رکھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ اس کی وجہ سے قریش اسلام کی جانب راغب ہو جائیں گے۔ (معارف مطبوع دارالمصنفین' جنوری ۱۹۸۴ء)

حج کے سلسلے میں دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں بت پرستی کا شائبہ (رمی جمرات) اور سامی رسموں کے اثرات پائے جاتے ہیں۔ (معارف مطبوع دارالمصنفین' ستمبر ۱۹۸۴ء)

اعصابی کیفیات

مستشرقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اعصابی کیفیات پر بھی حملے کیے ہیں۔ اسپرنگر نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعصابی عوارض لاحق ہو گئے تھے اور یہ انہیں اپنی ماں سے وراثت میں ملے تھے کیونکہ زمانہ حمل میں وہ ایسے خواب دیکھتی تھی جو از خود خرافات تھے۔

مرگی کے دورے

ڈاکٹر ہیکل لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو مرگی کی بیماری بھی تھی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جنونی کیفیتیں طاری ہو جاتی تھیں۔ اس حالت میں آپ پوشیدہ ہو جاتے' بدن سے پسینہ بہنے لگتا' جسم میں تشنج آ جاتا۔ اعضاء جوارح سکڑ جاتے اور منہ سے جھاگ گرنے لگتی۔ جب افاقہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے سامنے تلاوت کرتے اور کہتے یہ اللہ کی جانب سے مجھ پر وحی ہوئی تھی۔ حالانکہ سب باتیں مرگی کے دورے کا نتیجہ ہوتی تھیں۔ (معارف مطبوع دارالمصنفین ستمبر ۱۹۸۴ء)

متعصب مستشرقین نے جو تعبیر وتوجیہہ کی ہے' وہ علمی حیثیت سے نہایت لغو ہے کیونکہ جو شخص اعصابی بیماریوں میں مبتلا ہو' اس سے عظمت و برتری کے قابل رشک کمالات فخریہ کارنامے اور غیر معمولی ذہنی نتائج کا پیش آنا ناممکن ہے۔ اگر کسی شخص پر مرگی کا دورہ ہو تو وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اپنے اردگرد ہونے والے حالات و واقعات کو ذہن نشین کر سکے۔ لیکن نزول وحی کے وقت روحانی ادراک مکمل طور پر بیدار رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ ذوالجلال نے شق صدر کے ذریعے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت سے بھر دیا تھا۔

دائرۃ المعارف الاسلامیہ نے اے۔ جی وینسینک (A.J. Wonsinink) کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے اسپرنگر (Sprenger) نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ قرآن پاک میں جس قدر مکی آیات اور سورتیں ہیں' ان میں کسی ایک مقام پر بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ابراہیم کے ساتھ رشتہ نظر نہیں آتا اور نہ ان کو اول المسلمین بتایا گیا ہے۔ بلکہ وہ صرف ایک نبی اور پیغمبر کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ ان کے تذکرہ کی ایک آیت بھی ایسی نہیں ملتی جو ان کو مؤسس کعبہ اسماعیل علیہ السلام کا باپ عرب کا پیغمبر و ہادی اور ملت حنفی کا داعی ظاہر کرتی ہو۔

سورۃ الزاریات' الحجر' الصافات' انعام' ہود' مریم اور عنکبوت جو سب مکی سورتیں ہیں' سارے اس دعوے کی شاہد ہیں۔ اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

سے پہلے سرزمین عرب میں کوئی نبی نہیں آیا اور یہی پہلے شخص ہیں' جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ البتہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی شروع ہوئی تو مدنی سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر کے وقت یہ تمام خصوصیات نمایاں کی گئیں اور اہمیت کے ساتھ روشنی ڈالی گئی۔ ایسا کیوں ہوا......؟ اور یہ اختلاف کیوں موجود ہے......؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ مکی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام امور میں یہود پر اعتماد رکھتے تھے اور انہی کے طریقوں کو پسند فرماتے تھے۔ لہٰذا اس وقت تک ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو بھی انہوں نے اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے یہود دیکھتے تھے۔ لیکن جب مدینہ پہنچ کر انہوں نے یہود کو اپنے مشن کی دعوت دی تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور وہ آپ کے دشمن ہو گئے۔

اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فکر و تامل کیا اور خوب سوچا۔ آخر ان کی ذکاوت اور جودت طبع نے رہنمائی کی' انہوں نے عرب کے لیے یہود کی یہودیت سے جدا ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی' جس کو یہودیت ابراہیمی کہنا چاہیے۔ لہٰذا اس سلسلہ کی تکمیل کے لیے قرآن کی مدنی سورتوں میں ابراہیم علیہ السلام کی شخصیت کو اس طرح پیش کیا گیا کہ وہ ملت حنفی کے داعی عرب کے پیغمبر اسماعیل علیہ السلام کے والد' کعبہ کے موسس نظر آتے ہیں۔

یہ ہے وہ دعوے باطل اور اس کی دلیل جو اسپرنگر (Sprenger) اے۔ جے ونسنک جیسے اسلام دشمن مستشرقین کی جانب سے محض اس لیے اختراع کی گئی' تا کہ اس قسم کی جھوٹی بنیادوں پر مسیحیت کی برتری اور اسلام کی عمارت کو گرایا جا سکے۔ ہر خاص و عام جو بھی اسلام کا پیرو ہے اور وہ قرآن حکیم اور سیرت مصطفیٰ کا مطالعہ کرتا ہے' اس کو یہ صاف نظر آتا ہے کہ جو اعتراض اور فرضی کہانی گھڑی گئی ہے' حقائق و واقعات سے قصداً چشم پوشی کر کے محض عداوت اور بغض و عناد کا نتیجہ ہے۔ ان مستشرقین کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فقط نبی ظاہر کرنا بہت بڑی عملی بددیانتی ہے۔ سورۃ ابراہیم جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہمہ گیر' عالم گیر شخصیت کو نمایاں کرنے کے لیے مکہ میں نازل کی گئی' حسب ذیل حقائق کا اعلان کرتی ہے:

﴿رب اجعل هذا البلد آمنا و اجنبني و بني ان نعبد الاصنام رب انهن اضللن كثيرا من الناس فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم.﴾ (ابراہیم:۳۶)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اقرار کرتے ہیں کہ سرزمین حجاز ان کی اولاد سے آباد ہوئی۔ وہی اس چٹیل میدان اور صحراء میں بیت اللہ کے موسس بنے۔ فرمایا:

﴿ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوة فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم وارزقهم من الثمرات لعلهم یشکرون﴾ (ابراہیم:۳۷)

"اے رب ہمارے میں نے اپنی کچھ اولاد کو ایک ایسے میدان میں لا کر بسا دیا ہے' جس میں کھیتی نہیں ہوتی (وہاں کی زمین ریتلی ہے) تیرے ادب والے گھر کے پاس اے ہمارے مالک یہاں (میں نے ان کو) اس لیے بسایا کہ وہ (تیرے گھر کے پاس) نماز کو درستی سے ادا کریں۔ (تو ان کی گزر کے لیے) ایسا کر دے کہ کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف جھک جائیں اور ان کو اس طرح کے میوے کھلا' تا کہ وہ شکر کر سکیں۔"

اسی سورۃ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں اسماعیل علیہ السلام اور پھر اسحاق عطا کیے۔

﴿الحمدلله الذی وهب لی علی الکبر اسمعیل و اسحق ان ربی لسمیع الدعاء﴾ (ابراہیم:۳۹)

"شکر اس خدا کا جس نے بڑھاپے میں مجھ کو اسماعیل علیہ السلام' اسحاق علیہ السلام عنایت فرمائے۔ بیشک میرا مالک اپنے بندوں کی دعا کو سنتا ہے۔"

اسی طرح سورۃ انعام اور النحل کی سورتیں ہیں' جن میں ابراہیم علیہ السلام ہی کو ملت حنفی کا پیرو اور داعی بتایا گیا ہے۔

﴿انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفا وما انا من المشرکین﴾ (انعام:۸۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قل اننی هدانی ربی الی صراط مستقیم. دینا قیما ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین﴾

سورۃ نحل میں ارشاد فرمایا:

﴿ان ابراهیم کان امة قانتا لله حنیفا ولم یک من المشرکین﴾ (النحل:۱۲۹)

مستشرقین نے یہ اعتراض بھی کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کوئی پیغمبر نہیں گزرا۔ قرآن عزیز کی درج ذیل آیات کو دلیل بناتے ہیں:

﴿لتنذر قوما ما اتاهم من نذیر من قبلک﴾ (سورۃ سجدہ:۳)

مکی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہود کی اور ان کے مذہبی امور کی تقلید کرنا اور پھر نئی بنیاد ڈال کر ملت ابراہیمی کا لقب دینا بھی قطعی جھوٹ ہے۔

البتہ مدینہ میں آ کر جب آپ کا واسطہ یہودیت پرستوں سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے ناطے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ یہود کی جانب خصوصی توجہ فرمائی۔ یہ اس لیے کہ وہ اسلام کے عقیدے کے مطابق دین موسوی کے پیرو تھے۔ اگرچہ اس میں تحریف ہو چکی تھی' ان کی محرف کتب میں تحریف کے بعد بھی بہت سے جملے ایسے موجود تھے' جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور رسالت کے

باقی ص 26